

سید سلیمان ندوی

تعارف نثر نگار:

علامہ سید سلیمان ندوی صوبہ بہار کے شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۲۲ نومبر ۱۸۸۳ء ہے۔ آپ علامہ شبلی نعمانی کے ہونہار شاگرد تھے۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ اپنے استاد کی نامکمل کتاب کو ان کے انتقال کے بعد انہی کے نام سے مکمل کرنا ہے۔ آپ کی اسلامی تاریخ پر بڑی گہری نظر تھی۔ ان کی ادبی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ وہ مستند عالم دین، سیرت نگار، سوانح نگار، مورخ، محقق و انشاء پرداز ہیں۔ آپ کا انتقال ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو کراچی میں ہوا۔ آپ کو اسلامیہ کالج کراچی میں مولانا بشیر احمد عثمانی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ نے علامہ شبلی نعمانی کے قائم کردہ مدرسہ ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی اور بحیثیت استاد اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔

سرمایہ اردو ادب شبلی، ندوی کی کتاب
صاحب اسلوب دونوں اور محقق لاجواب

اہم تصانیف:

علامہ سید سلیمان ندوی کی اہم تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

- | | | |
|----|------------------|--------------|
| ۱۔ | سیرت عائشہؓ | ----- سوانح |
| ۲۔ | رحمت عالم | ----- مضامین |
| ۳۔ | سیرت النبی ﷺ | ----- مضامین |
| ۴۔ | خطبات مدارس | ----- مضامین |
| ۵۔ | تاریخ ارض القرآن | ----- تاریخ |
| ۶۔ | درس الادب | ----- مضامین |
| ۷۔ | یادِ رفتگان | ----- خاکے |

طرز تحریر کی خصوصیات:

سیرت نگاری:

سیرت النبی ﷺ کی تکمیل آپ کا یادگار و لازوال کارنامہ ہے۔ آپ نے سیرت النبی ﷺ لکھ کر اپنے استاد شبلی نعمانی کے کام کو مکمل کیا اور نبی پاک ﷺ کی حیات طیبہ کے عظیم گوشوں پر جامع انداز میں کام کر کے برصغیر پاک و ہند میں پاک و ہند میں اپنی علمی و ادبی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا۔

سیرت النبی ﷺ سے اقتباس:

"آنحضرت ﷺ کی سیرت تمام انبیاء کے واقعات زندگی کا خلاصہ، ان کی تعلیمات کا عطر اور ان کے حالات و مشاہدات کا بزرخ ہے، آپ ﷺ ایک عالمگیر اور ابدی مذہب لے کر مبعوث ہوئے تھے۔"

خطبات مدراس:

ندوی صاحب کے یہ خطبے سیرت پاک ﷺ کے موضوع پر ہیں جو انہوں نے ۱۹۲۵ء میں اسلامی تعلیمی انجمن کی دعوت پر دیئے تھے۔ یہ خطبات اپنے مؤثر انداز کی بنا پر دلکش و دلنشین ہیں۔ یہ وہ ادبی شہر پارے ہیں جو ان کے فن و علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ایک خطبے میں وہ کہتے ہیں:

"صرف محمد رسول ﷺ تمام دنیا کی قوموں کیلئے اور قیامت تک کیلئے نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے آپ ﷺ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل، دائمی اور ہمیشہ کیلئے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔"

بلند پایہ محقق:

ندوی صاحب نے علوم اسلامی کے تمام شعبوں میں تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے وہ اپنی تحریروں میں موضوع کا اس طرح احاطہ کرتے ہیں کہ قاری پوری طرح سیراب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے علمی اور تحقیقی اعتبار سے ان کی تصانیف کو سیرت نگاری میں بلند مرتبہ حاصل ہے۔

تخیلاتی رنگ:

ندوی صاحب اپنی نثر میں اپنے بھرپور تخیلات کے جوہر دکھلاتے ہیں۔ وہ نثر میں شاعرانہ تخیل کے خوب رنگ بکھیرتے ہیں۔ اعلیٰ تشبیہات و استعارات کا بلا تکلف استعمال ان کی تحریروں کی شان ہے۔ وہ اپنی مرصع نثر پر سادگی کا دامن تھام کر خوب رنگ بکھیرتے ہیں۔ "ایک خاکم کیلئے محکوم کی زندگی، ایک محکوم کیلئے حاکم کی زندگی، ایک دولت مند کیلئے غریب کی زندگی اور ایک غریب کیلئے دولت مند کی زندگی کا مل مثال اور نمونہ نہیں بن سکتی اس کیلئے ضرورت ہے ایک عالمگیر اور دائمی پیغمبر کی زندگی، ان تمام مناظر کے رنگ برنگ پھولوں کا گلہ سہ ہو۔"

اختصار و جامعیت:

ندوی صاحب کا اسلوب بیان نہایت جامع اور اختصار پر مبنی ہوتا ہے وہ تفصیل طلب امور کو بھی اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں ان کی اس صلاحیت کا برملا اعتراف کراتی ہیں۔ وہ اپنے اظہار میں تفصیل کا پہلو ہرگز نہیں آنے دیتے ہیں۔ "ندوی صاحب کے اختصار اور جامعیت کا عالم یہ ہے کہ موضوع کتنا ہی تفصیل طلب کیوں نہ ہو آپ کے فقرات کی وسعت میں گرفتار ہوتے ہیں سمجھا چلا جاتا ہے اور کمال فن یہ ہے کہ موضوع سمجھا جاتا ہے اور مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔"

جوش بیان و رعنائی:

ندوی صاحب کا کمال فن ہے کہ انہوں نے ہر موضوع کی تحریروں کو جوش بیان و رعنائی سے اس طرح دلچسپ بنا دیا ہے کہ قاری بے پناہ متاثر ہوتا ہے۔ مولانا ایک شیریں لہجہ رکھتے تھے جو ان کی تحریروں کی خاص خوبی ہے۔

"نوح کا جوش تبلیغ، ابراہیم کا دلولہ توحید، اسماعیل کا ایثار، موسیٰ کا سعی و کوشش، ہارون کی رفاقت حق، یونس کا اعتراف قصور، ایوب کا صبر بھی حقیقی نقش و نگار ہیں جس سے ہماری روحانی و اخلاقی دنیا کا ایوان آراستہ ہے۔"

علیت:

سلیمان ندوی کی تحریریں علی جوہر سے مالا مال ہیں، وہ قاری کے ذہن پر چھا جانے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ ان کی تحریریں علیت و صداقت کے جذبے سے بھرپور ہوتی ہیں۔

متنازع حسین ان کی علیت کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

"ان کا وجود علم و فضل کا ایک دریائے جس سے سینکڑوں نہریں نکلتی ہیں۔"

استدلالی نثر:

دہستان سرسید سے وابستگی کے سبب انہوں نے ہمیشہ دلیل کو اہمیت دی۔ ان کی تحریریں استدلالی نثر کا حسین مرقع ہیں۔ وہ اپنی دلیل سے بات میں وزن پیدا کرتے ہیں اور اپنی بات سے قاری کو ہم خیال بننے کا خوب ہنر جانتے ہیں۔

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ:

"علوم اسلامی کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سلیمان ندوی کے اور کوئی نہیں"

خاکہ نگاری:

"یاد رفتگان" سید سلیمان ندوی کی خاکہ نگاری کا خوبصورت شاہکار ہے۔ ان کی تحریر کردہ خاکوں کی بڑی ادبی اور تاریخی حیثیت ہے۔ ان خاکوں میں سلیمان ندوی کے بیان کی ندرت، مشاہدے کا رنگ اور زبان و بیان کا سحر اپن خاص طور پر نمایاں ہے۔ اور اردو خاکہ نگاری میں ندوی صاحب کسی سے پیچھے نہیں۔ ان کے خاکے علمی، ادبی اور تاریخی نواہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سادگی و سلاست:

سید سلیمان ندوی ایک مدرس اور معلم کی طرح تدریسی و تشریحی طریقہ اظہار اختیار کرتے ہیں۔ وہ عربی اور فارسی کے معلم ہونے کے باوجود تحریر کو سادگی کے زیور سے آراستہ کرتے ہیں۔ وہ عبارت کو بوجھل نہیں ہونے دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں سادگی و سلاست کی دولت سے مالا مال ہوتی ہیں اور یہی ان کی تحریروں کی شگفتگی کا راز ہے۔

شمیم احمد کا کہنا ہے کہ:

"سلیمان ندوی کی تحریروں میں سادگی کے ساتھ ساتھ ایک جمالیاتی اسلوب کی چھاپ ہے۔"

روانی:

بادجو اس کے کہ سید سلیمان ندوی نے جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے وہ بڑے حساس مشکل اور نازک ہیں اور ہر قدم پر بڑی احتیاط کا تقاضا کرتے ہیں اور بقول شاعر "انہیں ٹھیس نہ لگ جائے آگینوں کو" کے مصداق۔ ایسی تحریروں میں ہر لفظ بڑی احتیاط سے استعمال کرنا پڑتا ہے۔ لیکن سید سلیمان ندوی کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ ان کا ہر موضوع خواہ کتنا ہی سنجیدہ اور حساس کیوں نہ ہو ایک دریا کی سی روانی رکھتا ہے جس میں قاری ڈوبتا چلا جاتا ہے۔

نقادوں کی آراء:

دقار عظیم کے بقول:

"سلیمان ندوی کا اسلوب محققانہ ہے کہ وہ کسی جگہ اپنے اس انداز سے دستبردار نہیں ہوتے ہیں۔"

بقول ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی:

"اردو زبان اور ادب سید کی خدمت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا، ان کے ہاں جو تنوع ہے، فکر و نظر کی جو گہرائی ہے دین و ملت سے جو محبت ہے اور سب سے بڑھ کر جو خلوص و درمندی ہے وہ کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ وہ ہماری دنیا کے نامور معماروں میں سے تھے۔"

علامہ اقبال کہتے ہیں:

"علوم اسلامی کی جوئے شیر کا فریاد آج ہندوستان میں سوائے سلیمان ندوی کے اور کوئی نہیں۔"

نتیجہ فکر:

الغرض سید سلیمان ندوی ایک با علم و با کمال شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی علمی اور ادبی تحریریں ان کی شناخت ہیں جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ انکے تحقیقی کمالات ان کے ہنر کا ثبوت ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے استاد شبلی نعمانی کی علمی میراث کو جس انداز اور سعادت مندی سے نبھایا اس کی مثال بیسویں صدی میں ملنا مشکل ہے۔ وہ ایک صاحب طرز صاحب ادیب و محقق کی حیثیت سے ہمیشہ زندہ جاوید رہیں گے۔

ہزاروں سال زرخس بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و پر پیدا

غالب میر تقی میر نے ان جیسے لوگوں کیلئے ہی کہا ہے کہ:

بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد ہو

ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

رشید احمد صدیقی

تعارف نثر نگار:

اردو ادب میں طنز مزاح نگاری کے حوالے سے رشید احمد صدیقی کا نام ہمیشہ زندہ تابندہ رہے گا۔ انہوں نے معاشرتی خامیوں اور کمزوریوں پر ایسے تیر چلائے کہ معاشرتی نظام کا کوئی پہلو آپ کے وسعت نگاہ سے باہر نہ رہا رشید احمد صدیقی نے اردو ظرافت کو وقار و تمکنت سے روشناس کرایا اور اسے شائستہ لب و لہجہ عطا کیا۔

طرز تحریر کی خصوصیات:

منفرد اسلوب:

رشید احمد صدیقی کے اسلوب میں جذباتیت بھی ہے اور خطابت بھی مگر اس کے ساتھ سوز و گداز بھی ہے ان کے اسلوب میں جدید اور قدیم طرز ادا کا رچاؤ بہترین ہند مندی کے ساتھ موجود ہے اسی لئے ان کی تحریروں میں ایک خاص شعریت ہے۔ کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ ہیں کہ:

"جدید اردو نثر کے ممتاز طنز نگار رشید احمد صدیقی ہیں وہ طنز مزاح کے ساتھ ساتھ لفظی بازیگری اور فلسفیانہ عمل دونوں سے کام لیتے ہیں۔"

طنز و مزاح:

اردو ادب میں طنز و مزاح نگاری کی روایت خطوط غالب سے شروع ہوئی لیکن جن ادیبوں نے اس صنف کو ہمارے ہاں شائستہ محترم اور مقبول بنایا ان میں بطرس بخاری اور رشید احمد صدیقی کا نام سب سے نمایاں ہے۔ رشید احمد صدیقی نے طنز کو شگفتہ، عالمانہ اور محترم بنادیا۔ جہول ایک نقاد:

"وہ ایشیا کے سب سے بڑے طنز نگار کے مقام پر جا پہنچے ہیں۔"

رشید کے مضامین میں مزاح کی پھلجڑیاں روزمرہ کے واقعات کے گرد پھونتی ہیں۔ ہوٹل میں ریڈیو، سفر، دعوت، امتحانات، باغ اور انکیشن میں واقعات کی ظریفانہ مرقع نگاری کا ایک خاص ذوق اور سلیقہ نظر آتا ہے۔ مضمون انکیشن میں وہ لکھتے ہیں کہ:

"ایک دن بھی انکیشن کی فضل تھی۔ دوٹ لینے کے لئے لوگ موٹر، ڈنڈے اور لڈولے ہوئے میری تلاش میں لگے تھے۔ صرف تین امیدوار تھے اور میں نے تینوں کو دوٹ دیئے کا وعدہ کر لیا تھا۔ ایک سے تو اس بناء پر کہ مجھ پر اس کے روپے واجب تھے دوسرے سے یوں کہ میں

اس کا شکار تھا اور تیسرے سے اس لئے کہ یہ شخص بات کرتے کرتے یا تو کبھی خود رو پڑتا یا تو پھر مجھے مار ڈالنے پر آمادہ ہو جاتا۔"

قولِ محال:

رشید احمد صدیقی نے قولِ محال کی برجستگی سے اپنے اسلوب نگارش کو آب و تاب دی ہے کہ وہ چچیدہ سے چچیدہ خیال کو بھی اس خوبی سے اظہار و بیان کی گرفت میں لے آتے ہیں کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا ہے۔ چنانچہ بات سے بات پیدا کرنا اور ہر بات میں نئی بات نکالنا رشید کا فن ہے۔
مثلاً:

"اس زمانے میں لوگ اپنی کمزوریوں اور دوسروں کی بیویوں کو آرٹ سمجھتے ہیں۔"

بابائے اردو مولوی عبدالحق کہتے ہیں کہ:

"ان کا آرٹ بلیغ فقروں اور دلچسپ اشاروں، شوخ رنگوں اور گہری باتوں کا فن ہے
بات سے بات نکالنا اور ہر بات میں نئی بات پیدا کرنا ان کا فن ہے۔ قولِ محال کا
فن کوئی آسان بات نہیں رشید احمد صدیقی کو اس میں بڑی مہارت حاصل ہے۔"

علی گڑھ سے محبت:

رشید احمد کی تحریروں میں علی گڑھ کی فضا رچی بسی ہوئی ہوتی ہے سچ تو یہ ہے کہ علی گڑھ کو مقبول بنانے میں اس کی اچھی اور معقول باتوں کو عام کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے علی گڑھ نے انہیں جو کچھ دیا اس سے زیادہ انہوں نے علی گڑھ کے گرد سارے مضامین لکھ کر علی گڑھ کو دیا ان کی خاکوں پر مشتمل کتاب گنج ہائے گراں مایہ نہ صرف علی گڑھ کے ماحول بلکہ ان کی شخصیات کا بہترین مرقع ہے۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"رشید کی طبیعت کا تمام رجحان حقیقت پسندی کی طرف ہے۔"

ڈاکٹر ابولیت صدیقی کہتے ہیں کہ:

"رشید صاحب کو علی گڑھ کے ڈزے ڈزے سے محبت ہے۔ اس لئے
انہوں نے ساری عمر وہیں گزاری اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔"

شائستگی و شگفتگی:

رشید احمد صدیقی کے طنز میں زہر ناک نہیں نہ ان میں تلخی اور جھنجھلاہٹ ہے ان کا مخصوص اندازِ شگفتگی ہے وہ چھوٹے چھوٹے فقروں اور جملوں سے کام لیتے ہیں وہ شاعری اور ادب کے استاد ہیں اس لئے قدرتی طور پر ان کی تحریروں میں اعلیٰ درجے کے ادب کی چاشنی ملتی ہے وہ شرافت کو انسانیت کا جوہر سمجھتے ہیں۔

ایک مضمون میں آپ نے لکھا ہے کہ:

"ہندوستان میں جوانی کا انجام دو طریقوں پر ہوتا ہے۔ اکثر شفا خانے میں ورنہ جیل خانے میں۔"

ایک اور مضمون میں آپ نے لکھا ہے کہ:

"ہمارے محلے کے چوکیدار کی آواز ایسی ہوتی ہے گویا
چور کو دیکھ کر مارے خوف کے اس کی چیخ نکل گئی ہو۔"

مرقع نگاری اور شخصیت نگاری:

رشید احمد صدیقی کی خاکوں پر مشتمل کتاب گنج ہائے گراں مایہ سیرت نگاری اور مرقع نگاری کا ایک نادر نمونہ ہے اتنے جیتے جاگتے مرقع اردو ادب میں بہت کم لکھے گئے ہیں ان میں بے حد عقیدت کا رنگ ملتا ہے یہ مرقعے واضح روشن، پر اثر اور اتنے دلکش ہیں کہ ان سے اردو ادب کو ایک نئی زندگی ملی ہے۔
پروفیسر آل احمد سرور کہتے ہیں کہ:

"گنج ہائے گراں مایہ رشید احمد صدیقی کا ایک غیر معمولی کارنامہ ہے۔"

اختصار و جامعیت:

اختصار و جامعیت ان کی تحریروں کا خاص جوہر ہے وہ خاص واقعات کی تصویر ہی نہیں کھینچتے بلکہ انہیں نظروں کے سامنے متحرک کر دیتے ہیں اور سلسلے میں تفصیلی بیانات، جزئیات سے دامن بچا کر صرف دو چار جملوں پر اکتفا کرتے ہیں ان کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ظرافت کی ایک وسیع دنیا دکھائی دیتی ہے
مثال کے طور پر آپ یوں لکھتے ہیں کہ:

"اصل لیڈر نہ مار کھاتا ہے اور نہ مرنا گوارا کرتا ہے۔ لیڈر مار کھانا شروع کر دے تو پھر قوم کی رہبری کون کرے! مار کھانا اور رہبری کرنا دونوں کام ایک ہی لیڈر سے کیونکر انجام پاسکتے ہیں۔
تاہم یہ دستور چلا آتا ہے۔ کہ مار کھانا قوم کا حق ہے اور مار سے بچنا لیڈر کا فرض ہے۔"

مطالعہ و مشاہدہ:

رشید احمد صدیقی کا مطالعہ اعلیٰ معیار کا تھا انہوں نے اپنی قوتِ مشاہدہ سے کام لے کر علی گڑھ کی ایسی عکاسی کی ہے جو امر ہو کر وہ گئی علی گڑھ کے تہذیبی و اخلاقی ماحول اور روایات کو انہوں نے اپنے مضامین اور خاکوں کے ذریعے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ ان کے بیشتر مضامین علی گڑھ کے محور پر گردش کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں علی گڑھ کی زندگی اشخاص اور واقعات کے اتنے حوالے ہیں کہ جو علی گڑھ کے اس ماحول سے نا آشنا ہو وہ ان مضامین سے لذت حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کے تنقیدی خاکے، فنی تجزیے سے زیادہ شخصیت کا مطالعہ معلوم ہوتے ہیں۔

"پنشن اور پاسان نے غالب کی زندگی تلخ کر رکھی تھی اور غالب کے ملاحوں نے ہماری۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ غالب تو شاعر تھے دوسرے کہتے ہیں کہ فلسفی تھے تیسرے کہتے ہیں کہ حیوانِ ظریف تھے چوتھے کہتے ہیں کہ مسلم غیب تھے پانچویں کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہ تھے ممتحن پوچھتا ہے کہ کیا تھے؟ طلباء جواب دیتے ہیں شامتِ اعمال ماصورت غالب گرفت۔"

تحریف نگاری:

تحریف نگاری میں پطرس اور چراغ حسن حسرت کے ساتھ ساتھ رشید کا نام نمایاں مقام رکھتا ہے انہوں نے تحریف کے لئے غالب کے اشعار کا انتخاب کیا ہے انہوں نے جہاں کہیں غالب کے کسی مصرعے کی تحریف کی ہے خود غالب کی روح کو بھی مسکرانے پر مجبور کر دیا ہے۔ غالب کا مشہور مصرعہ ہے:

"انگلیاں نگار لہنی خامہ خو چنکاں لہنا"

رشید صاحب کی تحریر میں ایک موقع پر جب وہ بے تحاشہ بھاگنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں تو یہی مصرعہ یہ صورت اختیار کر لیتا ہے۔

"کہنیاں نگار لہنی گھٹنا خو چنکاں لہنا"

تصانیف:

(۱)	منج ہائے گراں مایہ	_____ خاکوں کا مجموعہ
(۲)	ہم نفسانِ رفتہ	_____ خاکوں کا مجموعہ
(۳)	مضامین رشید	_____ مضامین کا مجموعہ
(۴)	طنزیات و مضحکات	_____ مضامین کا مجموعہ
(۵)	شیرازہ خیال	_____ مضامین کا مجموعہ

نتیجہ فکر:

مختصر یہ کہ رشید احمد صدیقی دنیائے اردو ادب کے بلند پایہ مزح نگار اور ایک منجھے ہوئے طنز نگار ہیں، رشید صاحب کے مزاح کے موضوع، متنوع اور رنگارنگ ہیں لیکن ان اسلوب کی گہری ادبیت ان کا منفرد رنگ ہے۔ ان کا فن طنز و مزاح کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے جو ہر لحاظ سے متوازی بھی ہے اور معیاری بھی انہوں نے اردو ادب میں طنزیہ اور سنجیدہ مضامین کی بنیاد رکھی وہ صاحب طرز اسلوب کے مالک ہیں ان میں آکسروائلڈ کے قول بحال اور مرزا غالب کی انفرادیت سب کا عکس ہے۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق

تن تھا اس نے کیا، ایک ادارے کا جو تھا کام
محسن اعظم اردو ہے، عبدالحق ہے جس کا نام
ڈھونڈا ہے تحریروں کو، کم مشتر تحریروں کو
تاز ادب پہ وارد دیئے، لہنی عمر کے صبح و شام

ابتدائی حالات زندگی:

بابائے اردو مولوی عبدالحق ۱۸۷۱ء میں باپڑ ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۳ء میں علی گڑھ کالج سے بی اے کیا۔ عبدالحق نے اردو کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں بہت سی خدمات انجام دیں جس میں سے ایک جامع عثمانیہ کا قیام بھی ہے۔ ابتداء میں آپ نے غیر ملکی زبانوں میں موجود نصابی کتب کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور سرسید کے بکھرے ہوئے مضامین کو بھی یکجا کیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ پاکستان میں اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے اسی خواہش کے پیش نظر آپ نے اردو کالج قائم کیا جو بعد میں ترقی کر کے وفاقی اردو یونیورسٹی بن گیا۔ آپ نے اردو اکیڈمی کی بھی بنیاد رکھی اردو کی خدمت کے حوالے سے "بابائے اردو" کا خطاب دیا۔ ۱۱ اگست ۱۹۳۱ء میں جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کو اردو کالج کے احاطے میں سپرد خاک کیا گیا۔

پروفیسر جمال خان کہتے ہیں:

"مستقبل کا سورج جب بیسویں صدی کے نصف اول کے اردو کے لسانیاتی اور تنقیدی سرمائے کا جائزہ لے گا تو اسے مولوی عبدالحق کے عظیم الشان کارناموں کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔"

اہم تصانیف:

1. مرحوم کالج
2. چند ہمعصر
3. خطبات عبدالحق
4. تنقیدات عبدالحق
5. مقدمات عبدالحق
6. لسانی قواعد اردو

طرز تحریر کی خصوصیات:

اردو زبان سے عشق:

وہ اردو زبان کے بہت بڑا عاشق تھے۔ ان کے کارنا

فروغ اردو کے حوالے سے اپنے ادارے میں لکھتے ہیں:

"اردو ہماری قومی زبان ہے۔ غیر ممالک میں اس کی ترویج پاکستان کا نام روشن کرنے میں بڑی مدد دے سکتی ہے اور ہم اس سے وہی کام لے سکتے ہیں جو

قابل سفیروں سے لیا جاتا ہے۔"

میں انجمن ترقی اردو، جامع عثمانیہ اور اردو کالج کا قیام شامل ہیں انہوں نے تمام زندگی فروغ اردو کے لیے وقف کر دی۔

سادگی و روانی:

سادگی مولوی عبدالحق کی تحریر کا خاص جوہر ہے۔ سیدھے سادھے الفاظ، سادہ چھوٹے، جملے، محاورہ اور روزہ مزہ کی چاشنی یہ وہ عناصر ہیں۔

جنہوں نے عبدالحق کی تحریروں میں سادگی کے علاوہ متانت اور سنجیدگی کو جنم دیا مولوی عبدالحق خود کہتے ہیں۔

"صرف سادگی ہی ایسا حسن ہے جسے کسی حال اور کسی زمانے میں زوال نہیں، بشرطیکہ اس میں صداقت ہو۔"

مثنوی اسلوب:

مولوی عبدالحق نے اسلوب نگارش موضوعات پر قلم اٹھایا اور ہر موضوع کے مطابق زبان بھی استعمال کی ہے۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی کہتے ہیں:

"اردو تو کیا کسی اور زبان میں بھی کسی نے اس قدر مختلف اور متنوع ادبی خدمات انجام نہیں دی ہوگی بابائے اردو اس اعتبار سے منفرد ہیں کہ ان میں

واقعی ایک انفرادی شان نظر آتی ہے۔"

تنقید نگاری:

عبدالحق کے تنقیدی تصورات و نظریات کا اندازہ ان کے مقدمات، مقالات، خطبات اور تبصروں میں با آسانی ہو سکتا ہے۔ ان کی تنقیدی تحریروں میں بڑی وسعت اور نگارنگی ہے۔

"تنقید میں عبدالحق کی رائے ہمیشہ بے باک ہوتی ہے۔ ان کی تنقید سے ان کے وسیع مطالعے اور متوازن ذہن کا پتہ چلتا ہے۔"

رگینی و گھفتی:

جو چیز عبدالحق کی تحریروں کو حالی کی تحریروں سے الگ کرتی ہے وہ ان کی تحریروں کی رگینی اور گھفتگی ہے۔ وہ محاورات اور روزمرہ کی چاشنی

سے اپنی تحریروں کو پر لطف بنا دیتے ہیں۔

ڈاکٹر سلام سند بریلوی کہتے ہیں:

”عبدالحق کی نثر میں متانت اور سنجیدگی کی فضا بھی ملتی ہے وہ طنز و طعنت سے بھی کام لیتے ہیں۔ بعض موقع پر ان کے قلم نے طعنت کے پھول برسائے اور کہیں کہیں طنز کے تیر بھی چلائے ہیں۔“

خاکہ نگاری:

عبدالحق نے ”چند ہم عصر“ لکھ کر اردو ادب میں ایک نئی صنف یعنی خاکہ نگاری کی ابتداء کی۔ یہ ہر شخص کے بس کا روگ نہیں وہی شخص ایسا کر سکتا ہے جس کو مطالعے کا فن آتا ہو اور عبدالحق اس فن کے خوب ماہر تھے۔

نمونہء تحریر:

”ان میں پارس پتھر کی سی خاصیت تھی، کوئی ہو کہیں کا ہو، ان سے چھو انہیں کندن کا ہوا نہیں۔“

مقدمہ نگاری:

مولوی صاحب کا اہم ادبی کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے قدیم اردو شعراء اور نثر نگاروں کی تخلیقات پر بڑے بے نظیر تحقیقی مقدمات لکھے۔ جو آج بھی حرف آخر درجہ رکھتے ہیں۔
ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں۔
”مولوی صاحب کو مقدمہ نگاری کا ایک خاص ڈھب ہے انہیں کا ڈھب اب اردو میں مقدمہ نگاری کا معیار کہلاتا ہے۔“

خطبہ نگاری:

لب و لہجہ کی بے ساختگی، حقیقت بیان، واقعات کا اظہار، دلائل کی فروانی، آسان زبان کے ساتھ کہیں کہیں طنز و طعنت، یہ سب چیزیں اور بھی مٹھاس کے ساتھ ان کی تحریروں میں نظر آتی ہیں۔
”ان کے خطبات کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے وہ قاری کو مسحور کر دیتے ہیں ان میں عالمانہ شان ہمہ گیری اور تنوع ہے۔“

ہندی الفاظ کا استعمال:

مولوی عبدالحق کے پیش رو یعنی سرسید اور حالی عربی، فارسی اور انگریزی الفاظ کی بھرمار سے اپنی تحریروں کو بھاری کر دیتے تھے مگر عبدالحق نے اعتدال اور توازن کی راہ اختیار کی البتہ انہوں نے ہندی الفاظ کو بکثرت استعمال کیا جس کی وجہ سے ان کی تحریروں میں آزاد کی طرح ایک خوشگواری پیدا ہو گئی۔

مقالہ نگاری:

انجمن ترقی اردو کا سالانہ مالی مجلہ اردو جب مولوی عبدالحق کی ادارت میں شائع ہونا شروع ہوا تو آپ نے اسے حقیقی و تنقیدی مقالات کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کر دیا۔
مولوی صاحب نے دکنی ادب پر کئی بلند پایہ مقالے تحریر کئے جن میں نصرتی، عشرتی، شاہ برہان الدین جاناں وغیرہ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

ایجاز و اختصار:

مولوی عبدالحق نے اپنی تحریروں میں ایجاز و اختصار کو جگہ دی۔ مختصر الفاظ مختصر جملے اور مختصر استدلال کی بناء پر قاری کو ان کی تحریروں میں اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوتا وہ بڑی سے بڑی بات کو مختصر اور موثر طور پر کہنے کے فن سے بخوبی آگاہ ہیں۔

نواب منظور یار جنگ کہتے ہیں:

"ان کو خالی باتوں کے طوطا بنانا نہیں آتے، وہ بال کی کھال نکالتے ہیں، دلائل سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے بتا دیتے ہیں۔"

لسانی معاملات و مسائل:

زبان کے مختلف معاملات و مسائل سے عبدالحق کو ہمیشہ دلچسپی رہی یہی وجہ ہے کہ ان مقدمات میں جو ادبی کتابوں پر لکھے گئے ہیں وہ اردو اور اس کے لسانی پہلوؤں پر جگہ جگہ بعض بہت ہی بلیغ اشارے کرتے ہیں۔

"مولوی عبدالحق اردو کی نہ صرف زندہ تاریخ تھے بلکہ تاریخ بنانے والوں میں وہ نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ مولوی صاحب نے اس زبان کے لئے جو خدمات انجام دیں اتنی خدمات کسی ایک شخص نے اس زبان کی تاریخ میں کبھی انجام نہیں دیں۔"

خطبات میں طوالت پسندی:

اگرچہ ایجاز و اختصار مولوی عبدالحق کی تحریر کی ایک نمایاں خوبی ہے، مگر خطبات میں وہ اس وصف کو برقرار نہیں رکھ سکتے اور طوالت کا شکار ہو گئے۔ شاید یہ علمی و ادبی خطبات کے لئے ضروری بھی ہوتا ہے تاہم خطبات کے علاوہ وہ کہیں بھی تفصیل پسندی یا بے جا طوالت کا شکار نہیں ہوئے۔

"ان کے خطبات کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ قاری کو مسحور کر دیتے ہیں ان میں عالمانہ شان ہمہ گیری اور تنوع ہے۔"

ناقدین کی آراء:

بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

"در حقیقت عبدالحق اور ترقی اردو کی جدوجہد ایک ہی چیز کے دو نام اور ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔"

مولانا عبد الماجد دریا آبادی کہتے ہیں:

"یونانی مذہب کے مطابق اگر اردو زبان دیوی ہوتی تو عبدالحق اس مندر کے شاید سب سے بڑے بچاری ہوتے۔"

بقول مولانا غلام رسول میر:

"مولوی عبدالحق کے کارنامے اس درجے بلند گراں مایہ اور پائیدار ہیں، کہ آج پاک و ہند کے آسمان کے نیچے کوئی دوسرا شخص علم و ادب اور زبان کے دائرے میں ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے۔"

ڈاکٹر ذاکر حسین کہتے ہیں:

"انہوں نے اردو کی لگن لاکھوں دلوں میں لگا دی اس کا پیرا سارے ہندوستان میں اس سرے سے اس سرے تک پہنچا دیا۔"

ان کی تصنیف "چند ہم عصر" کے بارے میں ایک نقاد نے بہت خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔

"چند خاکوں کا یہ مجموعہ اس وقت تک دلچسپی سے پڑھا جائیگا جب تک اردو میں "خطوط غالب" اور ابوالکلام آزاد کی 'غبار خاطر' کا سکھ دلوں میں بیٹھا رہے گا"

نتیجہ و فکر:

مختصر یہ کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے وہ تخلیقی ذہن رکھتے تھے، انہیں زبان دانی سے بالعموم اور زبان

سے بالخصوص عشق تھا۔

مولوی عبدالحق نے اپنی کاوشوں سے اردو ادب کی عمری میں کئی، سو سال کا اضافہ کر دیا انہوں نے اردو زبان و ادب پر وہ احسانات کئے جو

کبھی بھلائے نہیں جاسکتے جب تک اردو زبان زندہ ہے عبدالحق کا نام بھی زندہ رہے گا۔ یہ وہ حیات جاوید ہے جو صرف علم کی خدمت کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہے۔

ہزاروں سال زمرس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ درپیدا